جماعت احمدیہ فلسطین

جماعت احمدیہ کبابیر فلسطین

رشدی آفندی سیکریٹری انجمن احمدیہ فلسطین

انجمن احمدیہ بغداد

یہ میں نے مانا کہ ہے ان کی ذات بے پایاں   مگر وہ چہرۂ زیبا مجھے دکھائیں گے کب
سنا ہے خواب میں ممکن ہے رویتِ جاناں   میں منتظر ہوں کہ وہ اب مجھے سلائیں گے کب

عشقِ خدا میں حالت یہ ہے کہ مخلوقات کی خیر خواہی تو ہے۔ مگر ان سے کوئی طمع نہیں ؎

مجھے فکرِ معاش و پوشش و خور کا الم کیوں ہو   میں عشقِ حضرتِ ایزد میں جب مخمور رہتا ہوں

اور ادھر اپنے خالق سے یہ نسبت ہے کہ ؎

قیامت ہے کہ وصلِ یار میں بھی رنجِ فرقت ہے   میں اس کے پاس رہ کر بھی ہمیشہ دور رہتا ہوں

اپریل ۱۹۱۱ء کے دو شعر ہیں ؎

گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے   منہ دکھانے سے انھیں انکار ہے
میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے   ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے

پھر خود ہی دل کو تسکین دیتے ہیں ؎

وہ تو بے پروا ہیں پر آنکھیں ہیں بند   کام آساں ہے مگر دشوار ہے

آپ کو اپنے اسلامی بھائیوں کی بھی فکر ہے ؎

خدمتِ اسلام سے دل سرد ہیں   گرم کیا ہی کفر کا بازار ہے
تنگ ہوں اس بے وفا دنیا سے میں   مجھ کو یا رب خواہشِ دیدار ہے

جنوری ۱۹۱۲ء میں اپنے درد بھرے دل سے یوں صدا دیتے ہیں ؎

کیا سبب جو خون ہو کر بہہ گیا میرا جگر   بھید کیا ہے میری آنکھیں جو رواں ہیں سیل وار
کون ہے صیاد میرا کس کے پھندے میں ہوں میں   کس کی افسوں گر نگہ نے کر لیا مجھ کو شکار
مات کرتا ہے مرا دن بھی اندھیری رات کو   میری شب کو دیکھ کر زلفِ حسیناں شرمسار

یہ سب کچھ کیوں ہے؟ ؎

وہ مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے مرے دل کا نور ہے   ہے فدا اس شعلہ رو پر میری جاں پروانہ وار
اس کا اک اک لفظ میرے واسطے ہے جانفزا   اس کے اک اک قول سے کھنچتا ہے دُرِ شاہوار
ہر حسیں کو حسن بخشا ہے اسی دلدار نے   ہر گل و گلزار نے پائی اسی سے ہے بہار
نور اس کا جلوہ گر ہے ہر در و دیوار میں   ہے جہاں کے آئینے میں منعکس تصویرِ یار
طالبِ دنیا نہیں ہوں طالبِ دیدار ہوں   تب جگر ٹھنڈا ہو جب دیکھوں رخِ تابانِ یار
بات کیا ہے گر وہ میری آرزو پوری کرے   دے مری جاں کو تسلی دے مرے دل کو قرار
جس قدر رستے میں ہیں روکیں ہٹا دے وہ انھیں   جس قدر حائل ہیں پردے ان کو کر دے تار تار
بیٹے اس کے کو جینا بھی ہے بدتر موت سے   ہے دوری وہ جسے اس کا ملا قرب و جوار

آخر آپ یہ کہتے ہوئے بیت الحمد کو روانہ ہوئے ؎   سنہ ۱۳ء

دوڑے جاتے ہیں بامیدِ تمنا سوئے باب   شاید آ جائے نظر وہ دل آرا بے نقاب
میری خواہش ہے کہ دیکھوں اس مقامِ پاک کو   جس جگہ نازل ہوئی سورۃ تری ام الکتاب
ابنِ ابراہیم آئے تھے جہاں با تشنہ لب   کر دیا خشکی کو تو نے ان کی خاطر آب آب
میرے والد کو بھی ابراہیم ہے تو نے کہا   جس کو جو چاہے بنائے تیری ہے عالی جناب
چشمۂ انوار میرے دل میں جاری کیجئے   پھر دکھا دیجئے مجھے عنوانِ روئے آفتاب

الحمدللہ یہ نعمت آپ کو حاصل ہوئی ؎

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمتِ سرکار میں   ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں
ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اک دن دیکھنا   میں بھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں
ساری دنیا چھوڑ دے پر میں نہ چھوڑوں گا تجھے   درد کہتا ہے کہ میں تیرے وفاداروں میں ہوں

سنہ ۱۹۱۴ء میں آپ خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے اور ہمارے کانوں میں سنہ ۱۹۰۹ء کا کلام گونجنے لگا ؎

جو کوئی تقویٰ کرے گا پیشوا ہو جائے گا   قبلہ رُخ ہوتے ہوئے قبلہ نما ہو جائے گا
دیکھ لینا ایک دن خواہش بر آئیگی مری   میرا ہر ذرہ محمدؐ پر فدا ہو جائے گا
عشقِ مولیٰ دل میں جب محمود ہو گا موجزن   یاد کر اس دن کو تو پھر کیا سے کیا ہو جائے گا

مسندِ دعوۃ و ارشاد پر جلوہ افروز ہوتے ہی حسبِ سنتِ قدیمہ کچھ حساد نے بھی سر اٹھایا۔ مگر سب کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اور آپ خدمتِ دینِ قیّم کے لئے بدستور کمربستہ رہے۔ آپ کو وفادار، جاں نثار مقبول کی ایک بہت بڑی جماعت دی گئی۔ اب اس سے آگے کلام معرفت التیام کو انتخاب سے پیش کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ حالت یہ ہے کہ ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم   کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

یہاں تک بھی جو لکھا گو میری آنکھوں کی دیکھی بات ہے مگر کسی خاص تیاری سے نہیں۔ اور مجموعہ بھی مجھے وہ ملا جس میں کلام ترتیب سے درج نہیں۔ ادھر وقت کم اسلئے سرسری نگاہ میں جو کچھ سامنے آیا ایک ہی نشست میں لکھتا گیا ہوں۔ البتہ اس خیال سے کہ سعادت سے بالکل ہی محروم نہ ہو جاؤں۔ کچھ اشعار مختلف تبرکاً و تیمناً درج ذیل ہیں۔ جن میں دعوت و ارشاد۔ تبلیغ و ترغیب۔ احسان و عرفان سبھی کچھ ہے ؎

سنہ ۲۰ء

(۱)

ہے دستِ قبلہ نما لا الٰہ الا اللہ   ہے دردِ دل کی دوا لا الٰہ الا اللہ
زمیں سے ظلمتِ شرک ایک دم میں ہو گی دور   ہوا جو جلوہ نما لا الٰہ الا اللہ
بروزِ حشر سبھی تیرا ساتھ چھوڑیں گے   کرے گا ایک وفا لا الٰہ الا اللہ
ہزاروں ملک میں لاکھوں علاجِ روحانی   مگر ہے روح و شفا لا الٰہ الا اللہ

سنہ ۲۰ء

(۲)

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا   جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں
پھیلائیں گے صداقتِ اسلام خواہ کچھ بھی ہو   جائیں گے ہم جہاں بھی جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار   روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

(۳)

مٹائیگا ہمیں کیا تو ہے اپنی جان کا دشمن   ارے ناداں! کبھی عشاق کو بھی موت آتی ہے
معاذ اللہ مرا دل اور ترکِ عشق کیا ممکن   میں بھولوں وہ وفا جس سے وفا کو شرم آتی ہے
وہ کیسا سر ہے جو جھکتا ہے آگے ہر کہ و مہ کے   وہ کیسی آنکھ ہے جو ہر جگہ دریا بہاتی ہے

سنہ ۲۰ء

(۴)

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم   مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در سے جائیں گے ہم
خبر بھی ہے کچھ تجھے او ناداں کہ مردمِ چشمِ یار ہیں ہم   اگر ہمیں کج نظر سے دیکھا تو تجھ پہ بجلی گرائیں گے ہم
وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز ہے جس پہ دینِ مسیح نازاں   خدائے واحد کے نام پر اک اب اس میں مسجد بنائیں گے ہم

(۵)

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو   تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو
رغبت دل سے ہو پابندِ نماز و روزہ   نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو   کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو
گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گو تم   کوئی مشکل نہ رہیگی جو سرانجام نہ ہو

سنہ ۲۱ء

(۶)

ساغرِ حسن تو پُر ہے کوئی مے خوار بھی ہو   ہے وہ بے پردہ کوئی طالبِ دیدار بھی ہو
ہمسری مجھ سے تجھے کس طرح حاصل ہو عدو   حال پر تیرے او ناداں نظرِ یار بھی ہو

سنہ ۲۳ء

(۷)

پیٹھ میدانِ وغا میں نہ دکھائے کوئی   منہ پہ یا عشق کا پھر نام نہ لائے کوئی
اپنے کوچے میں تو کتے بھی ہیں بن جاتے شیر   بات تب ہے کہ مرے سامنے آئے کوئی

سنہ ۲۴ء

(۸)

عشق اک راز ہے اور راز بھی اک پیارے کا   مجھ سے یہ راز صد افسوس چھپایا نہ گیا
کس طرح تجھ کو گناہوں پہ ہوئی یوں جرأت   اپنے ہاتھوں سے کبھی زہر تو کھایا نہ گیا
جانِ محمود ترا حسن ہے اک حسن کی کان   لاکھ چاہا پہ ترا نقش اڑایا نہ گیا

سنہ ۲۴ء

(۹)

چادرِ فضل و عنایت میں چھپا لے پیارے   مجھ گنہگار کو اپنا ہی بنا لے پیارے
گر نہ دیدار میسر ہو نہ گفتارِ حبیب   کوچۂ عشق میں جا کر کوئی کیا لے پیارے
نام کی طرح مرے کام بھی کر دے محمود   مجھ کو ہر قسم کے عیبوں سے بچا لے پیارے

سنہ ۲۴ء

(۱۰)

صیدِ شکارِ غم ہے تو مسلمِ خستہ جان کیوں   اُڑ گئی سب جہان سے تیرے لئے امان کیوں
خلق ترے کدھر گئے خلق کو جن پہ ناز تھا   دل ترا کیوں بدل گیا بگڑی تری زبان کیوں
ہو کے غلام تو نے جب رسم و وداد قطع کی   اس کے غلام در بدر ہیں تجھ پہ ہوں مہربان کیوں

سنہ ۲۴ء

(۱۱)

نہیں ممکن کہ میں زندہ رہوں تجھ سے جدا ہو کر   رہوں گا تیرے قدموں میں ہمیشہ خاکِ پا ہو کر
خدا شاہد ہے اس کی راہ میں مرنے کی خواہش ہے   مرا ہر ذرۂ تن جھک رہا ہے التجا ہو کر

سنہ ۲۴ء

(۱۲)

ہمسفر سنبھلے ہوئے آنا کہ رستہ ہے خراب   پر قدم ڈھیلا نہ ہو میں تیز رفتاروں میں ہوں
خود پلائی ہے مجھے اس نے مئے عرفانِ خاص   معترض! نازاں ہوں میں اس پر کہ مے خواروں میں ہوں

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں
مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں
ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب
دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں
میرے پیارو دیکھو اتم دم نہ لینا جب تلک
ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں

سنہ ۲۶ء ——(۱۴)——

وہ لب سرخ ہے گویائی پہ آمادہ پھر
سخت ارزاں سے گلفام ہوئی جاتی ہے
پھر مٹے جاتے ہیں ہر قسم کے دنیا سے فساد
عقل پھر تابع الہام ہوئی جاتی ہے

سنہ ۲۷ء ——(۱۵)——

نہیں ہیں میرے قلب پر کوئی نئی تجلیاں
حرا میں تھا جو جلوہ گر میرا خدا ہی تو ہے
نہیں ہے جس کے ہاتھ میں کوئی بھی شئے وہی تو ہوں
جو ہے قدیر خبیر و شہ میرا خدا ہی تو ہے

سنہ ۲۸ء ——(۱۶)——

یاران وطن یہ خواب غفلت کس کام
دوزخ میں پہنچ چکے ہو سوتے سوتے
کیا کعبہ کو جاؤ گے تبھی تم جس وقت
تھک جاؤ گے کشت ظلم بوتے بوتے

سنہ ۳۰ء ——(۱۷)——

میں واحد کا ہوں دلدادہ
اور واحد میرا پیارا ہے
گر تو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے

——(۱۸)——

نہیں آرام پل بھی میسر
ہے اس ظالم نے کچھ ایسا ستایا
ہوا مایوس جب چارہ گری سے
نہ جب کوشش نے اسکا کچھ بنایا
تو پھر پھر کر یہی تدبیر سوجھی
تری تقدیر کا در کھٹکھٹایا

سنہ ۳۳ء ——(۱۹)——

چھلک رہا ہے مرے غم کا آج پیمانہ
کسی کی یاد میں میں ہو رہا ہوں دیوانہ
وہ شمع روکہ جسے دیکھ کر ہزاروں شمع
بھڑک اٹھی تھیں لیوزہ ہزار پروانہ

سنہ ۳۵ء ——(۲۰)——

دست عزرائیل میں مخفی ہیں سب راز حیات
موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شراب زندگی
غفلت خواب حیات عارضی کو دور کر
ہے تجھے گر خواہش تعبیر خواب زندگی

——(۲۱)——

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جاں کی کیا پروا ہے جاتی ہے تو جانے دو
تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو
صادق ہے اگر تو صبر دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنس وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو
یا صدق محمد عربی ہے یا احمد ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو
محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہنما بھی کامل ہے
تم اس پہ توکل کرکے چلو آفات کا خدشہ جانے دو

——(۲۲)——

عبث ہیں باغ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولیٰ کی تدبیریں
بھلا مومن کو قاتل ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے
نگاہیں اس کی بجلی ہیں تو آہیں اس کی شمشیریں
تیری تقصیریں خود ہی تجھ کو لے ڈوبیں گی اے ظالم
لپٹ جائینگی تیرے پاؤں میں وہ بن کے زنجیریں

ابھی کلام کا بہت سا حصہ ہے جو جی چاہتا ہے پیشکش محفل مؤدت منزل احباب گرامی کردوں ——— مگر

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

پڑھتا ہوا اسی مجبوراً ختم کرتا ہوں ؂

(خاکسار :۔ اکمل عفا اللہ عنہ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک ادنیٰ خادم سے سلوک

جناب خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر "الفضل" کے قلم سے

اگرچہ میں ۱۹۱۱ء میں حصول تعلیم کے لئے قادیان آیا۔ اور جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ گھوڑے سے گر کر سخت علیل ہوئے۔ تو اس خیال سے بیعت کرلی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر تو بیعت کرنے سے محروم رہا۔ اب یہ موقع بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ لیکن باوجود بچپن کی عمر اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے احمدیت کے متعلق کچھ زیادہ واقفیت نہ تھی۔ اور جو تھی وہ صرف اتنی کہ چند سرکردہ اصحاب جو اس وقت سلسلہ کے کاموں میں پیش پیش تھے ان سے محبت سی پیدا ہوگئی۔ لیکن جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے معاً بعد مولوی محمد علی صاحب نے خلافت کے خلاف ایک رسالہ شائع کیا۔ اور پھر زور شور سے مخالفت کی کہ کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہیے۔ تو یہ بات میخ کی طرح دل میں گڑ گئی کہ خلیفہ کے بغیر جماعت کا قیام ممکن نہیں اور جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پہلی دفعہ بیعت لی تو میں نے شرح صدر سے بیعت کرلی۔ اور اس کے بعد حقیقی معنوں میں مجھے احمدیت سے وابستگی حاصل کرنے کی توفیق ملی اس لحاظ سے میں خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے خلافت ثانیہ کے روز اول سے اس وقت تک کے عہد کے برکات سے متمتع ہونے کا شرف بخشا۔ اور ابتدائے خلافت ثانیہ سے ہی "الفضل" سے منسلک ہو کر حضور کی ذرہ نوازیوں اور بے پایاں شفقتوں کے نہایت ایمان افروز اور روح افزا نظارے دیکھے چونکہ ان کا ذکر اس مضمون میں ممکن نہیں۔ اسلئے ایک آدھ بات عرض کرتا ہوں۔ اور وہ بھی صرف اپنے متعلق۔

ابتدائے خلافت میں جبکہ حضور دن رات بہت بڑی بڑی مہمات کی سرانجام دہی میں مصروف رہتے مجھ ایسے علم و فہم سے کورے طفل مکتب کو اخبار نویسی سکھانے کے لئے وقت دیتے۔ اور ایسی شفقت فرماتے کہ اسے یاد کرکے اب بھی حیران ہو جاتا ہوں کسی موضوع کے متعلق حضور مجھے نوٹ لکھا کر فرماتے مضمون مرتب کرکے لاؤ۔ اور جب میں الٹا سیدھا مضمون لکھ کر پیش کرتا تو آپ اصلاح فرما دیا کرتے۔ اس دوران میں کئی بار ایسا ہوا کہ میں بوجہ کوتاہ فہمی حضور کا منشاء سمجھنے سے قاصر رہا۔ اور علمی قابلیت کے فقدان کی وجہ سے بالکل غلط پیرایہ میں حتیٰ کہ مضحکہ خیز صورت میں مضمون مرتب کرکے لے گیا لیکن حضور نے اس پر کبھی معمولی ناراضگی کا بھی اظہار نہ فرمایا۔ اور نہ کبھی سخت و سست کہا۔ بلکہ مسکراتے ہوئے ایسے پیرایہ میں اصلاح فرماتے کہ نہ صرف ہمت اور حوصلہ میں بہت کچھ اضافہ ہو جاتا۔ بلکہ ایک ایک لفظ دل پر نقش ہو جاتا۔ چنانچہ آج تک بعض الفاظ مثلاً "مشکور" کی بجائے "شاکر" یا "ممنون" اور "ناکامیابی" کی بجائے "ناکامی" لکھنے کے متعلق مجھے یاد ہے کہ کس وقت اور کس موقع پر حضور نے اصلاح فرمائی تھی

ایک دن جب میں حضور کی خدمت میں مضمون کے نوٹ لکھنے کے لئے حاضر ہوا۔ اور حضور نوٹ لکھانے لگے تو جلدی میں لکھتے ہوئے میری پنسل ٹوٹ گئی میں ابھی کچھ عرض کرنے نہ پایا تھا کہ حضور اٹھے اور الماری سے قلم نکال کر اور خود اس میں سیاہی بھر کر مجھے عنایت فرمایا۔

یہ ایک ادنیٰ ترین خادم سے اس آقا کا جسے خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کا خلیفہ بنایا۔ اور جو لاکھوں انسانوں کا مقتدا ہے اس وقت سلوک تھا جبکہ وہ ایک معمولی طالب علم تھا۔

پھر جب "الفضل" کی ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوئیں۔ کئی مواقع ایسے آئے کہ میری غلطیوں اور کوتاہیوں پر حضور کو ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار کرنا پڑا۔ لیکن اس میں بھی مجھے حضور کی شفقت اور محبت کا ہی جلوہ نظر آیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضور نے نہ صرف تھوڑے ہی عرصہ بعد اور بعض اوقات تو سامنے کھڑے کھڑے عفو فرما دیا بلکہ جس طرح ایک شفیق باپ اپنے قصوروار بچہ کو سرزنش کرنے کے بعد فطری محبت کے تقاضا سے اس کی دلداری کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اسیطرح حضور بھی ایسا کریمانہ سلوک فرماتے کہ آپ پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا۔

میں نے نہایت ہی اجمال کے ساتھ یہ بات بیان کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ خوش قسمت جسے حضور کے دامن سے وابستگی کا شرف حاصل ہے اپنی اپنی جگہ یہی سمجھتا ہے کہ وہی سب سے زیادہ حضور کی عنایات کا مورد ہے۔ کیونکہ ہر مخلص اپنے ظرف اور اپنے اخلاص کے مطابق حضور سے فیوض و برکات حاصل کر رہا ہے۔

خدا تعالیٰ حضور کے فیوض ہمارے لئے تا ابد جاری رکھے ؛

خاکسار :۔
غلام نبی
ایڈیٹر الفضل

جوبلی

ادنیٰ ہو، اعلیٰ ہو یا ہو درمیانی جوبلی
جوبلی آئین دنیا کی ہے فانی جوبلی
جوبلی جس کی بنا ہے دین کے اوپر حسن
جوبلی وہ جوبلی ہے قادیانی جوبلی

حسن رہتاسی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رویا اور اس کا شاندار ظہور !!

مولانا مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری
سابق مبلغ بلاد عربیہ کی قلم سے۔

خدا کے فرستادہ کی صداقت کا ایک زندہ نشان یہ ہوتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد بھی اس کا لگایا ہوا پودا پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا نگران ہوتا اور اس کی حفاظت کے لئے اپنی طرف سے خلفاء کو قائم کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی کی محنت رائیگاں چلی جاتی اور اس کی تیار کردہ کشتِ روحانیت برباد ہو جاتی۔ خلیفہ اس نبی کی تکمیل کرتا ہے جس کی بنیاد نبی کے ہاتھوں رکھی گئی ہو۔ وہ اس فصل کا نگہبان ہوتا ہے جس کی تخم ریزی نبی نے کی۔ درحقیقت لفظ خلافت اسی عملی نیابت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلفاء کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ روح القدس سے ان کی مدد کرتا ہے۔ ان کے کاموں میں برکت بخشتا اور ان کے عزائم کو پورا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے ہاتھ میں نبی کے مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہوتے ہیں بلکہ وہ اسی کشتی کے ناخدا ہوتے ہیں۔ وہ بیچ کے بعد شجر بن کر رہتا ہے جس کے ساتھ اہل اللہ ان کو ان کے کاموں سے شناخت کرتے ہیں۔ اور ان کے ارادوں میں آسمانی برکات کو دیکھ کر ہر خدا ترس ان کی راستبازی کا اقرار کرتا ہے۔

نبی کے ذریعہ جن آنے والی فتوحات، اور جن ظاہر ہونے والے نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کا ایک حصہ اکثر خلفاء کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے تا ظاہر ہو کہ یہی شجرۂ طیبہ کے شیریں اثمار ہیں۔ اور یہی اس برگزیدہ کے وارث اور جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ تائیدات ان لوگوں پر حجت ملزمہ ہوتی ہیں۔ جو انبیاء پر ایمان کے دعویٰ کے باوجود ان کے خلفاء سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔ بلکہ خلفاء کے مٹانے کے درپے ہوتے ہیں۔ نبی کی بعض پیشگوئیوں کے اس کے خلیفہ کے ذریعے سے پورے ہونے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے خلفاء کے ساتھ خدا کی معیت بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اس نبی کا منجانب اللہ ہونا بھی روشن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کی تاریخ میں اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے سچے نبی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک روحانی باغ لگایا۔ اس میں رنگا رنگ کے پودے موجود تھے۔ آپ نے اس باغ کو اچھی طرح سنبھالا۔ اور ان پودوں کے پنپنے کے لئے سب سامان پیدا فرمائے۔ نیم شبی دعائیں۔ تضرع سے لبریز دعائیں ان پودوں کے جلد جلد بڑھنے میں ممد ہوئیں۔ اس برگزیدہ کے مقدس آنسوؤں نے اس چمن کی آبیاری کی۔ آخر کار آپ کو اس جہان سے کوچ کرنے کا حکم ملا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا:۔

حق علینا نصر المومنین (تذکرہ ص۶۹۵) کہ ہم خود ان ایمانداروں کی نصرت کریں گے۔ ان کی تائید کرنا ہمارے ذمہ ہے

نبی کا اپنی امت سے جدا ہو جانا ایک روح فرسا حادثہ ہے۔ ماں یا باپ کی وفات بھی انسان کو حواس باختہ بنا دیتی ہے اس کے جذبات میں ناقابل بیان انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ پھر نبی جو ماں سے زیادہ پیار کرنے والا اور باپ سے زیادہ محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی وفات کیونکر مومنوں کے لئے ہوش ربا نہ ہوگی۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضؓ ایسے جری اور مدبر کی وارفتگی کی حالت تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی وفات کی خبر دی۔ تو ایک طرف آپ کو تسلی دی کہ آپ کے بعد خود خدا اس جماعت کا حافظ و ناصر ہوگا۔ اور دوسری طرف آپ کے عشاق کو فرمایا:۔

"ڈرو مت مومنو!" (الہام ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

آخر اسی الہام کے گیارہ دن بعد وہ واقعہ ظاہر ہوا جس کے ظہور کی احمدی جماعت کو توقع نہ تھی۔ اور وہ فرط محبت سے اس کو تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے۔ اس وفات کو بے وقت وفات سمجھا گیا دشمنوں نے کہا کہ آج احمدی جماعت یتیم اور لاوارث رہ گئی ہے۔ اب یہ جماعت چند دنوں میں پراگندہ ہو جائے گی۔ بلاشبہ جماعت احمدیہ یتیم ہو گئی تھی۔ مگر خدا اپنے نبیوں کی جماعتوں کی یتیمی کو دائمی نہیں بناتا۔ ہاں وہ ان کو کبھی لاوارث نہیں چھوڑتا۔ اس کی توحید جس طرح نبیوں ۔۔۔۔ کی وفات کی مقتضی ہے۔ اسی طرح اس کی ذات نبیوں کے کام کی تکمیل چاہتی ہے۔ چنانچہ اسی الٰہی سنت کے مطابق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کی جماعت میں سلسلہ خلافت کو قائم فرمایا۔ اور حضرت مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ بنایا۔ چھ برس تک اس بابرکت خلافت سے جماعت احمدیہ متمتع ہوتی رہی ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اور مشیت ایزدی نے یہ بار گراں اپنے بندے محمود کے کندھوں پر رکھ دیا۔ اور جماعت احمدیہ نے آپ کی قیادت میں غیر معمولی ترقی شروع کر دی اس خلافت ثانیہ پر دنوں کے بعد دن ہفتوں کے ہفتے، مہینوں کے بعد مہینے۔ اور سالوں کے بعد سال گزرتے گئے۔ اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر ربع صدی گزر چکی ہے۔ کچھ لوگ احمدی کہلانے کے باوجود روز اول سے اس خلافت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ان لوگوں (غیر مبائعین) کے اغراض و مقاصد ان کی تحریروں اور ان کے اعمال و اقوال سے عیاں ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا مدعا خلافت محمود کو تہ و بالا کرنا قرار دے لیا۔ اور سرگرم عمل ہو گئے۔ پھر کچھ لوگ مار آستین بن کر اس بابرکت خلافت کے خلاف زہر چکانی کرنے لگے۔ اور گاہے ماہے سر نکالنا شروع کیا۔ ناپاک سے ناپاک اور گندے سے گندے ہتھیاروں سے حملہ آور ہوئے۔ میں اس مقالہ میں ان منصوبوں، سازشوں، نیز ظاہری و خفیہ کوششوں کی تفصیل نہیں بیان کر رہا۔ جو اس خلافت حقہ کے بالمقابل معاندین اور منافقین نے اختیار کیں۔ احمدیت کے اس پچیس سالہ دور کی تاریخ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے مفصل اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس عرصہ میں فتنے اٹھے خوفناک فتنے اٹھے۔ مگر خدا کا زبردست ہاتھ ان کو ناکام بناتا رہا۔ فتنہ پردازوں کو خائب و خاسر کرتا رہا۔ اس نے ہر میدان میں آخر کار اپنے بندے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کو ہی فتح بخشی اور آپ کے دشمن مغلوب ہوئے۔ ہمارا خدا اپنے وعدوں کا سچا خدا ہے۔ اس لئے اس کی سنت نہ بدلی ہے۔ اور نہ بدلے گی۔ پہلے بھی یہی ہوتا رہا اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا۔ مگر مبارک ہے وہ جو خدا کے غضب کا نشانہ بننے کی بجائے اس کی رحمت سے حصہ لیتا ہے۔

اس خلافت کے عہد سعادت مہد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیسیوں الہامات منصۂ شہود پر آئے۔ اور بیسیوں پیشگوئیاں اس خلافت کے ذریعے پوری ہوئی ہیں۔ میں ان میں سے ایک اصولی پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ:۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

حضرت مسیح موعود اس زمانہ کے مامور ہیں۔ آپ کے مشن کی تبلیغ۔ آپ کے نام کی تبلیغ۔ آپ کے دعاوی کی تبلیغ۔ آپ کے نشانات و معجزات کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچنی ضروری ہے ۔۔ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا الہام اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ آج دنیا کے زہریلے جراثیم کا علاج اسی تبلیغ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ زمین پر تند سیلاب کی طرح بڑھنے والی دہریت اور مادہ پرستی کی روک تھام صرف زندہ خدا اور اس کے زندہ معجزات کو پیش کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ وہ شخص سخت غلطی خوردہ تھا جس نے کہہ دیا تھا کہ ولایت میں مسیح موعود کا نام لینا سم قاتل ہے۔ ۲۰۔ اس نے تریاق کو زہر قرار دیا۔ اور اس سے انحراف کر کے آخر کار روحانی صحت سے دور جا گیا۔ خدا کا کلام صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیگا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے الہام "مسیر العرب" پر فرمایا:۔

"اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عرب میں لینا ساید مقدر ہو کہ ہم عرب میں چلیں مدت ہوئی کہ کوئی ۲۵-۲۶ سال کا عرصہ گزرا کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے۔ تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے۔ اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رؤیا نبی، اپنے زمانے میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں۔ تو وہ ممالک حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔"

(تذکرہ ص۵۰۳ بحوالہ اخبار بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ ص۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آپ نے ۱۹۰۷ء میں فرمایا مسئلہ نبوت و خلافت بھی حل ہو جاتا ہے۔ اور حضور کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی ایک محدود صورت بھی معین ہو جاتی ہے عربی زبان ام الالسنہ ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ انگریزی دنیا کے بیشتر حصے میں رائج زبان ہے۔ حوالہ بالا اقتباس میں مندرجہ رؤیا صاف ہے اس کے متحقق ہونے کی صورت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد یا متبعین میں سے کوئی عربی ممالک میں جا کر عربی زبان میں حضور کا نام لوگوں تک پہنچائے اور انگلستان جا کر انگریزی زبان میں حضور کے نام کی تبلیغ کرے۔ وہ جانے والا شخص ایسا ہوگا کہ اس کا جانا گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانا ہوگا۔ جس طرح حضرت عمر رضؓ کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کی کنجیوں کا آنا گویا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آنا تھا۔

اس نکتہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل کلمات بھی قابل غور ہیں حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق فھذا معنی القول الذی جاء فی حدیث مسلم ان عیسیٰ ینزل عند منارۃ دمشق فان النزیل ھو المسافر الوارد

من ملك آخر (حمامة البشرى صـ ۳۷)

یعنی دمشق کے منارہ کے پاس مسیح موعود دعہ کے نزول سے یہ مراد ہے کہ خود مسیح موعود یا اس کا کوئی خلیفہ سرزمین دمشق کی طرف جائے گا۔ کیونکہ عربی زبان میں نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ جو دوسرے ملک سے آیا ہو۔

اس عبارت کو پہلی عبارت مذکورہ رویا اور الہام "سیر العرب" سے ملا کر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مشیت ایزدی میں پہلے سے مقدر تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفۂ دوم (فضل عمر) ملک عرب یا ارض دمشق میں جائے گا۔ اور وہاں پر حضور کے نام کی عربی زبان میں تبلیغ کرے گا۔ پھر وہ انگریزی ممالک میں جائے گا اور وہاں پر انگریزی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لے گا۔ تحریر و تقریر میں آپ کی تبلیغ کرے گا۔

بینا کوئی منصف مزاج انسان اسکا نتیجہ سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ ہر شخص خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو متذکرۃ الصدر بیانات کو پڑھ کر یہی نتیجہ نکالے گا۔ جو میں نے اوپر درج کیا ہے۔ سچ مچ یہ ایک پیشگوئی ہے اور عظیم الشان پیشگوئی۔ جس کا پورا ہونا خدا کی قدرت کا زبردست نشان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رویا ء و نوشتہ ۱۸۹۴ء کا ہے۔ ۱۹۰۵ء کے اخبار بدر و الحکم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان شائع ہوتا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ کے وقت بعض لوگ خلیفہ برحق کی بیعت سے روگردانی کرتے ہیں اور لاہور میں اپنی علیحدہ انجمن بنا کے مولوی محمد علی صاحب کو اس کا پریذیڈنٹ بناتے ہیں۔ اس کے دس سال بعد ۱۹۲۴ء میں انگلستان میں مذاہب عالم کی کانفرنس ہوتی ہے حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت محمود لخت جگر مسیح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اس موقع پر بنفس نفیس لنڈن تشریف لے جاتے ہیں۔ راستہ میں پہلے مصر۔ شام اور فلسطین ٹھہرتے ہیں۔ خاص دمشق میں منارہ کے قریب نزول فرما ہوتے ہیں۔ ہزاروں شہر اور علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ پہنچائی جاتی ہے۔ حضور ایک عربی ٹریکٹ بھی تصنیف فرماتے ہیں سارے عربی اخبارات میں ایک شور مچ جاتا ہے پھر اسی سفر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دمشق میں مشن شروع ہوتا ہے۔ اور یہ وہ مشن ترقی کر کے سینکڑوں اصحاب کے داخل احمدیت ہونے کا موجب بن چکا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کے لئے وہاں سے ماہوار عربی رسالہ "البشریٰ" جاری ہے۔ غرض ۱۹۲۴ء کے سفر میں ہی حضرت فضل عمرؓ نے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام عربی میں لکھا۔ اور پھر اس کے بعد لنڈن پہنچ کر "احمدیت" ایسا شاندار لیکچر دیا۔ اور انگریزی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کی تبلیغ کی مستقل اور مضبوط بنیاد قائم فرمائی۔ لنڈن میں مسجد فضل کا سنگ بنیاد رکھا۔ حضور کا یہ سفر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رویا اور الہام کو کھلے کھلے طور پر پورا کرنے والا ثابت ہوا۔ اس سے ہمارے خدا کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبی برحق ہونا ثابت ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کا خلیفۂ ثانی ہونا ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین ہونا ثابت ہے۔ پھر جماعت احمدیہ کا حق پر ہونا اور عقائد احمدیہ کا درست ہونا ثابت ہے۔

غیر مبائعین تو حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ سے ہی منحرف ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کو تو اپنی شخصیت اور اپنی ہردلعزیزی کا روز و شب فکر رہتا ہے۔ نہ عربی میں اور نہ انگریزی میں انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ پہنچانے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ نہ وہ عرب ممالک میں گئے اور نہ ہی اس کار خیر کے لئے انہیں انگلستان جانے کا موقع ملا۔ یہ سعادت خدا تعالیٰ نے ازل سے ہی اپنے برگزیدہ بندے حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے لئے مقدر فرمائی تھی۔ تا اس آخری زمانہ میں خدا کی ہستی۔ اسلام کی صداقت۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خلافت کے برحق ہونے پر زبردست اور محکم دلیل ہو۔

خلافت ثانیہ کے اس پچیس سالہ دور میں جس رنگ میں مشرق و مغرب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور آپ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ وہ ایک زریں کارنامہ ہے۔ وہ اس خلافت کی حقانیت پر برہان قاطع ہے۔ پھر ۱۹۲۴ء کا سفر دمشق و انگلستان بھی حضرت مسیح موعود کے رویا اور الہام کی تصدیق سے اس بات پر نص صریح ہے کہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ فی الواقع خدا کے مقدس انسان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برحق خلیفۂ دوم ہیں۔ آپ کے مخالف باطل پر ہیں۔ اسلام اور احمدیت کے دشمن ہیں۔ وہ ناکام رہیں گے۔ اور خدا کا قائم کردہ خلیفہ ہی مظفر و منصور ہوگا۔ مبارک وہ جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔

حضرت امیر المومنین کے پاکیزہ اخلاق میں سے کچھ

الحاج مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر سابق پرائیویٹ سکرٹری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی قلم سے

مجھے اللہ نے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوتوں کے اٹھانے کا موقع دیا۔ وہاں باوجود بے حیثیت، کم لیاقت اور غلط کار ہونے کے حضرت امیر المومنین خلیفۂ ثانی کے کئی سال پرائیوٹ سکرٹری رہنے کا شرف بھی بخشا۔ اس خدمت پر رہکر مجھے حضرت امام کے اخلاق و عادات کا قریب سے مطالعہ کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ اس حیثیت سے فائدہ اٹھا کر میں آپ کے چند ایک پاکیزہ اوصاف کا ذکر کرتا ہوں:۔

انصاف

سیدنا حضرت عمرؓ کا انصاف مشہور ہے ہم نے پڑھا ہے۔ مگر حضرت عمر ثانی کا انصاف ہم نے دیکھا ہے۔ جس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

(۱)

حضرت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم رضؓ کی طبیعت جوشیلی تھی۔ مسجد اقصیٰ میں لوکل انجمن کا اجلاس تھا۔ میں سکرٹری تھا۔ میں نے کوئی بات کہی۔ مرحوم کو غصہ آیا۔ اور مجھے کچھ سخت الفاظ کہدیئے۔ میں نے حضرت امیر المومنین کو مسجد مبارک میں مخاطب کر کے پبلک ہی میں واقعہ پیش کر دیا اور حضرت نے وہیں باوجود حضرت قاضی صاحب کا اعزاز، عظمت اور وقار محسوس کرنے کے شہادت کے بعد میرے حق میں فیصلہ دیا اور مرحوم کو پہل کر کے ملنے کا ارشاد ہوا۔ جس کی فوری تعمیل ہوئی۔

(۲)

ایک دوکاندار نے دیر ہوئی شکایت کی کہ اس نے درجنیت سکرٹری لوکل کمیٹی) گوشت بند کرا کے ہمارے بچوں کو بھوکا مارا ہے۔ اور شکایت کرنے پر کہا کہ تمہارے بچے بھوک کے مرتے ہیں تو مریں میں کیا کروں یہ شکایت ایسے الفاظ میں تھی کہ غریب پرور انصاف پسند خلیفہ کا چہرہ متغیر ہونا ضروری تھا۔ حضرت نے مسجد مبارک ہی میں فوری تحقیقات فرمائی۔ شہادتیں لیں۔ میں اس الزام سے بری قرار دیا گیا اور شکایت کنندہ کی غلط بیانی پر تنبیہ فرمائی۔

یہ تو ابتدائی خلافت کی باتیں ہیں اب ۱۹۳۶ء کا واقعہ سنیئے:۔

(۳)

ایک شخص نے ملاقات کے لئے نام دیا۔ جسے میں نے لکھ لیا۔ لیکن ایک معتبر عہدہ دار نے کہلا بھیجا کہ اسے ملاقات کا موقع نہ دیا جائے۔ میں نے وہ بھی نوٹ کر لیا۔ اور درخواست کنندہ کے نام کے ساتھ ان عہدہ دار صاحب کا اشارہ بھی لکھ کر پیش کر دیا۔ اس پر انصاف مجسم خلیفۃ المسیح نے فرمایا:—

"پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ اس سے نہ ملوں۔ مگر اب ضرور ملوں گا کیونکہ میرے اور مجھ سے ملنے والوں کے درمیان حائل ہونے کا کسی کو کیا حق ہے"

محنت

میرے سامنے حضرت کے اوسط خطوط ۳۰۰ روزانہ تھی اور اس ڈاک کی طرف توجہ کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی لفافہ کے کونے پر بھی لکھا ہے تو حضرت کو یاد ہے۔ اور میٹنگ کے وقت فرماتے ہیں کہ فلاں امر خط کے کونے پر لکھا ہے وہ بھی مدنظر رکھیئے اسقدر ڈاک کا التزام سے روزانہ پڑھنا، دعائیں کرنا اور اس کاوش کے ساتھ مطالعہ کرنا جو ایک محبت کرنیوالے قلب کو مطالعہ ڈاک سے ہو سکتی ہے۔ خدا سے طاقت پانے والے انسان کا کام ہی ہے۔ مثلاً ڈاک پڑھتے ہوئے جو جذبات پیدا ہوتے ہیں ملاحظہ ہو:۔

(ا) ایک لکھتا ہے "حضور میرا ایک ہی بچہ تھا۔ جو محنتوں سے پالا تھا۔ اے آقا! میں لٹ گیا۔ وہ کھیلتا کھیلتا میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہمیشہ کے لئے قلق دے گیا۔ ہائے افسوس کیا کروں۔ اے حضور میرے لئے اور اس کی ماں کے لئے جسے غشی پر غشی آتی ہے دعا کریں (ب) دوسرا لکھتا ہے میری سرکار! میرے امام! میرا کھلیان تیار رکھا تھا میں ایک برات پر گیا۔ آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھلیان جس سے روزی کی امید تھی۔ وہ اناج جو بچوں کو سال بھر کھلانا تھا کسی ظالم دشمن نے آگ لگا کر تباہ کر دیا ہائے میں برباد ہو گیا۔ دعا فرمائیے۔ بھوک کے مارے بچے روتے بلکتے ہیں ہائے میں کیا کروں۔ دعا۔ دعا۔ دعا (ج) تیسرا اچھا بھلا تھا اب نخواہ اپنے قرض اور قرض خواہوں کی زیادتی۔ بیماری سے انتہائی تکلیف اور گھوڑے یا بیل کے لئے دعا کے لئے لکھتا ہے۔

غرض دماغی محنت۔ وقت۔ کاوش۔ توجہ سب کا مجموعہ ڈاک ہے۔ جدید انتظام۔ جماعت اور امام جماعت کے تعلقات کے انحصار پر ہے اور اسکے علاوہ وجہ سے (۱) نمازیں پانچوقت اور جنازے (۲) عید اور نکاح کے خطبے پڑھنا (۳) اہل و عیال کثیر کی جملہ ضروریات پوری کرنا (۴) میرے اور آپ کے جھگڑوں کو نپٹانا (۵) نیز ہر ایک دور کے افراد اور مبلغین افراد جماعت کو سردیوں اور گرمیوں کو بھیجنا یا (۶) ذاتی جائیداد کی نگہداشت رکھنا (۷) ساتوں کو مطالعہ کرنا (۸) ان کو ملاقاتیں فرمانا (۹) بیماروں کا علاج کرنا (۱۰) درس تعلیم اور تصنیف کا کام بھی جاری رکھنا۔ ایسے مصروف وجود ہی بتا سکتا ہے اس کے فضل سے مجھ جیسا مفرور ہوں۔

احباب کی دلداری

حضرت نے ایک مرتبہ مجھے لکھا۔ پہلے خط میں جو تنبیہ تھی کہ بعد یہ دوسرا اللہ تعالیٰ کے احسان کبھی سرزنش کبھی رحم کو مدنظر رکھ کر لکھتا ہوں۔ مطلب یہ کہ حضرت جہاں خادم کی اصلاح کے لئے تنبیہہ فرماتے ہیں۔ وہاں ان کی دلداری بھی کرتے ہیں اور جیب خاص سے انعامات بھی دیتے ہیں۔ جذبات کا خیال رکھتے ہیں ۴۴۴

۴۴۴ (۵) ساتھی پیچھے رہجاتے ہیں تو ان کا انتظار فرماتے ہیں (۳) کوئی کھانا نہ کھائے تو اسے بار بار کہلا کر کھلاتے ہیں۔ (۴) سب سے اٹھ کر معانقہ کرتے ہیں اور اپنے سامنے کرسی پر بٹھاتے ہیں (۵) کسی کی نسبت ناملائم کلمہ اس کی غیبت میں نہیں سنتے (۶) اگر کسی کو کچھ اسکی حالت کے مطابق سرزنش ہوتی تو وہیں چھوڑ دیتے ہیں جس سے ناراضی ہوئی۔ وقتی اظہار ناراضگی کر کے پھر عفو سے کام لیتے ہیں۔ (۷) خطاکاروں کو اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور کوشش یہی فرماتے ہیں کہ خود کسی کو علیحدہ نہ کریں کوئی بد قسمتی سے آپ ہو جائے تو اس کی شامت اعمال (۸) مسیح موعود کے قدیم خدام کی عزت فرماتے ہیں (۹) غرباء کی اپنی جیب خاص سے پرورش کرتے رہتے ہیں۔

اسلام پر ایمان

اسلام پر وہ ایمان ہے جو انبیاء کا حصہ ہے۔ خدمت سلسلہ منصب خلافت کا احساس اس کا قوت کا باعث ہر وقت یہی خدمت اسلام کی دھن ہے۔ اور مبلغین کو اپنے رنگ میں رنگین کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ لنڈن میں لکھا "قیامت کے دن اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ کتنے مسلمان کئے ہیں بلکہ عہ

عہ یہ پوچھا جائے گا کتنے مسلمان کئے ہیں؟" یہ ہے ہمارا پاک امام اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے۔ اور اس کے پاک ہاتھوں سے دین کی شوکت قائم فرمائے۔